میر انیسؔ کا جناب مفتی علامہ میر عباس سے تلمذ

ایک سوالیہ نشان

فاضل نبیل جناب چودھری سبط محمد نقوی صاحب

میر انیس کی روداد زندگی میں جو سوالات حل طلب ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کیا انیس کو مفتی علامہ میر محمد عباس شوستریؒ سے شرف تلمذ تھا؟ جہاں تک نظر قاصر ہے اس سوال سے تین فریق وابستہ ہیں۔ایک مرزا دبیر کے طرف دار جن میں افضل حسین ثابتؔ صاحب حیاتِ دبیر اور مولوی سردار مرزا، مصنف رد واقعات انیسؔ کو نامزد کیا جاسکتا ہے۔ دوسرے مفتی علامہ اعلی اللہ مقامہ کے قدرداں جیسے مرزا محمد ہادی عزیزؔ جو تاریخ عباس یعنی تجلیات سوانح مفتی علامہ کے مؤلف کی شہرت رکھتے ہیں۔تیسرے فریق ہیں خانوادۂ انیس کے متاخرین جو مفتی علامہ کے حضور میں میر نفیسؔ کی شاگردی تک کو خلاف شان سمجھتے ہیں۔ وہ میر انیس کے تلمذ پر کب راضی ہوسکتے ہیں!

اس سوال کے جائزے کے لیے ضروری ہے کہ ہم مفتی علامہ سے بخوبی متعارف ہولیں۔ہم درس نظامی کے بوریا نشین مفتی علامہ کی نسبت اپنے تصورات کا اظہار کریں تو وہ آج مبالغہ آمیز سمجھا جاسکتا ہے لہٰذا ہم یہاں انیس کے عارف کامل پروفیسر نیر مسعود سے مدد لیتے ہیں جن کی شاہکار تصنیف ''انیس'' (سوانح) کا اس وقت غلغلہ بلند ہے اور حق یہ ہے کہ وہ کتاب ہے بھی اسی کی مستحق۔نیرؔ صاحب لکھتے ہیں: ''خاندان اجتہاد کے علاوہ لکھنؤ میں جو مجتہد اور علماء تھے ان میں سب سے غیر معمولی اور اہم شخصیت مفتی میر محمد عباس کی تھی جو مذہبی، علمی، ادبی تینوں حیثیتوں سے لکھنؤ کے اکابر کی پہلی صف میں تھے۔وہ عربی، فارسی اور اردو کے شاعر اور انشاء پرداز بھی تھے۔سید تخلص کرتے تھے غالب کے ساتھ بھی ان کے مراسم تھے......'' (انیس (سوانح) ص ۲۰۰)

نیرؔ صاحب کے ارشاد کی تائید میں ہم یہاں غالب کے ایک خط کے چند جملے نقل کرتے ہیں جس سے پتہ چلے گا کہ مرزا غالب، مفتی علامہ کو کس پائے کا سخن سنج اور فارسی داں سمجھتے تھے۔ملاحظہ ہو:

''......آپ کی تحسین میرے واسطے سرمایۂ عز وافتخار ہے لیکن فقیر امیدوار ہے کہ یہ دفتر بے معنی (قاطع برہان) نہ سراسری بلکہ سراسر دیکھا جائے۔پیش نظر دھرا رہے وقت فرصت اکثر دیکھا جائے میں نے جو یہ نسخہ وہاں بھجوایا ہے گویا کسوٹی پر سونا چڑھایا ہے......'' (تجلیات ۲/۱۹۵)

مجھے اندیشہ ہورہا ہے کہ اگر اس طرح کے شواہد جمع کیے جائیں تو طول ممل ہوجائے گا لہٰذا میں صرف میر انیس کے نذرانۂ عقیدت تک اس گفتگو کو محدود رکھنا چاہتا ہوں۔مفتی علامہ نے اپنی مثنوی من وسلویٰ کی طباعت کی تاریخ کہنے کی

میر انیس سے فرمائش کی، انیس نے تعمیل کی۔'' کلام بے نظیر'' مادۂ تاریخ برآمد کیا۔ قطعے میں جوابیات کہے۔ ان میں سے دو آپ ملاحظہ فرمائیں:

حسب حکم سید معجز بیاں
قبلۂ کونین استادِ زماں
فاضل باذل فقیہ بالیقیں
آفتاب آسمان علم دیں

مثنوی پڑھنے کے بعد مفتی علامہ کی خدمت میں جو مکتوب بھیجا، اس کے بھی چند فقرے حاضر ہیں:

''قبلہ وکعبہ خلوص کیشاں دام ظلکم العالی زباں ایں کج مج بیان راچہ یارا کہ مدح ایں اشعار آب دار نماید کہ دریں جزو زماں طرز اعجاز طرازی وسحر پردازی برذات فیض آیات ختم گردیدہ'

موقلم بودہ است گوئی کلک معجز سلک تو
صفحۂ قرطاس راکردی نگارستان چیں

ازعین الکمال نگاہ داشتہ سایۂ ہما پایہ رابر مفارق خادمان خاص مبسوط دارد۔'' (ایضاً ۲/ ۱۹۱)

قبلہ وکعبہ، قبلۂ کونین، استاد زماں، آفتاب علم دیں ذات فیض آیات ایسے القاب ہیں جو مفتی صاحب کی برتری کی واضح شہادت ہیں۔

یہ خیال کرنے کی گنجائش نہیں کہ مفتی علامہ سن میں میر صاحب سے بزرگ رہے ہوں گے اور یہ القاب وآداب اس بزرگی کا لازمہ ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ میر صاحب کی ولادت ۱۲۱۸ھ کی ہے، مفتی علامہ کی ۱۲۲۴ھ کی۔ اس طرح انیس کے چھ سال مفتی علامہ سے بزرگ ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اس لیے ماننا پڑے گا کہ یہ سب مفتی علامہ کے علم وفضل کی بدولت ہے، سن کی بزرگی سے نہیں۔

مناسب ہے کہ ہم یہیں دیکھ لیں کہ جناب مفتی علامہ کی نظر میں میر انیس کے کمال فن کا رتبہ کیا تھا۔ انیس مفتی علامہ کے مخلص ہم نشینوں میں سے تھے مگر ایک اتفاقی حادثہ ایسا پیش آ گیا جس کی شکر رنجی کی تلخی اس حد تک پہنچی کہ انیس نے مفتی علامہ کا ایک مکتوب یہ شعر لکھ کر واپس کر دیا کہ:

مرنجاں دلم راکہ ایں مرغ وحشی
زبامے کہ برخواست مشکل نشیند

مفتی علامہ نے اسی زمین میں ایک قطعہ کہا اور میر صاحب کو منانے کی بھرپور کوشش کی۔ دلداری کی پوری کوشش کے باوجود مفتی علامہ کا انداز کہیں معذرتی نہیں ہے۔ افہام و تفہیم اور صورتِ حال کی وضاحت وصراحت کا ہے۔

پورا قطعہ تو نظر قاصر سے نہیں گذرا۔ واقعات انیس میں مہدی حسن احسنؔ نے جو شعر نقل کیے ہیں، ہم اس سے منتخب شعر پیش کر رہے ہیں:

نوشتی کہ دل ہست چوں مرغ وحشی
زبامیکہ برخواست مشکل نشیند
تو اے گل نئی مرغ وحشی انیسی
چہ باشد کہ گل با عنادل نشیند
تو فرزند مشکل کشائی پس ایں مرغ
ہم آساں نشیند نہ مشکل نشیند
دلت بود جائے من و نیست باور
کہ بر جائے من کینہ در دل نشیند

تو گفتی میازار دل را کہ ایں مرغ
زبامیکہ برخواست مشکل نشیند
سرت گردم آزار عاشق چہ باشد
بجز ایں کہ بر درچو سائل نشیند
زفضل و کمال تو برخواست شورے
چرا کینہ با ایں فضائل نشیند
سرشکے نہ ریزد فغانے نہ خیزد
اگر بے تو صد کس بہ محفل نشیند
کہ بے خسر و ملک شیریں بیانی
تہ شیشہ زہر ہلاہل نشیند
سخن مختصر اینکہ ایرانیاں را
نیابد چنیں کینہ دردل نشیند
تو چوں بحر درجوش لب تشنہ سیدؔ
بدر یاردیابہ ساحل نشیند

یہ شکر رنجی اس لیے ہوئی تھی کہ ایک جگہ میر صاحب کے صاحبزادے میر محمد سلیس کا رشتہ طے تھا مگر وہ بعد میں منقطع ہوگیا اور عقد مفتی علامہ کے فرزند سید محمد وزیر سے ہوا۔اس واقعے کی تفصیل کئی طرح بیان کی جاتی ہے۔ ہم اس کے جائزے کو اپنے موضوع بحث سے خارج سمجھتے ہیں لیکن یہ ضرور عرض کریں گے کہ یہ واقعہ مطابق بیان تجلیات وقراءت نیر مسعود شعبان ۱۲۶۹ھ کا ہے۔اس کے بعد دونوں اہل کمال میں صفائی ہوگئی لیکن جب ۱۲۷۰ھ میں میر انیس نے عزاخانہ بنوایا تو مفتی علامہ نے اس کی تاریخ کہی اور اس قطعے میں بھی یہ اشارہ کیا کہ میر صاحب کان کے کچے ہیں اور یک طرفہ رائے قائم کر لیتے ہیں۔دو شعر یہاں حاضر ہیں:

نازک دلے کہ ہر چہ بگفتند گوش کرد
اما نہ حال زار من ناتواں شنید
نشنید نیم حرف ہم از سرگذشت من
از دیگراں اگر چہ دو صد داستاں شنید

لیکن اس قطعے میں بھی میر انیس کے کمالات کا جی بھر کے اعتراف ہے، مرثیہ گوئی کا ہی نہیں مرثیہ خوانی کا بھی، ملاحظہ ہو:

یکتائے عصر ببر علی آں کہ مثل او
نے چشم چرخ دید نہ گوش جہاں شنید
آں سید انیسؔ لقب عندلیپ ہند
کاوصاف او تو اں ززمیں وزماں شنید
ہرجا کہ خواند مرثیہ از بام و در تمام
گرسنگ خارہ بود ازاں ہم فغاں شنید

یکتائے عصر، عندلیپ ہند وغیرہ سے زیادہ ان کے کمال کا اعتراف اور کن لفظوں میں مفتی علامہ فرما سکتے تھے!

انیس کے اعتراف کمال بلکہ مفتی علامہ کے زبان و قلم سے، ستائش و مدح سرائی کا ذکر چھڑ گیا ہے تو پھر یہیں میر صاحب کی تعزیت گزاری کا نمونہ دیکھ لیجیے۔میر نفیس مفتی علامہ کے شاگرد تھے، درسیات تو حاصل کیے ہی تھے، فارسی منظومات میں مفتی علامہ سے اصلاح لیتے تھے۔اپنے والد مرحوم کے رثا میں نفیس نے شیخ حزیں کے ایک قطعے کو مخمس کیا مفتی علامہ نے اصلاح کر دی بعد میں اس زمین میں بھی خود بھی ایک مخمس نظم فرمایا۔آپ بھی اس کے کچھ بند ملاحظہ

فرمائیں:

از خامہ اورایت سلطان سخن بود
درقبضہ او صارم سلطان سخن بود
در مجلس او زینت ایوان سخن بود
ازصحبت او بندش ارکان سخن بود
ازرحلت اوقدرت وامکان سخن رفت

دربزم عزا آئینہ دار شہدا بود
تصویر کش معرکۂ کرب و بلا بود
باخلق حسن بود انیس الغربا بود
درمرثیہ گوئی خضر راہ نما بود
اورفت کہ سرچشمۂ حیوان سخن رفت

آگے بڑھنے سے پہلے ہم آپ کوتوجہ دلادیں یا کم سے کم اپنی رائے ظاہر کردیں کہ استاد اپنے شاگرد کی شاباشی وستائش میں سب کچھ کہہ سکتا ہے مگرفن میں ''خضرراہ نما'' کبھی نہ کہے گا۔ یہی ایک بڑی شہادت ہے کہ میرانیس مفتی علامہ کے شاگرد نہ تھے۔

دوسری بات یہ قابل غور ہے کہ نفیس نے مفتی علامہ سے درسیات حاصل کیے۔ فارسی کلام پر اصلاح لی، اردو میں تلمذ کیوں نہ اختیار فرمایا؟ باپ کے استاد سے بیٹے کو سیکھنے میں کیا حجاب تھا۔ میرانیس جو زبان استعمال کرتے تھے، اسے اپنے گھر کی زبان کہتے تھے، اپنے گھر کی زبان میں وہ مفتی علامہ سے کیا استفادہ کرتے۔ ہم آگے بڑھ کر اس سوال پر پھر نظر ڈالیں گے ابھی تو تعزیتی اظہار خیال کا تذکرہ تمام کرنا ہے۔

مفتی علامہ نے وفات انیس کے متعدد قطعات کہے، ایک قطعے میں مادۂ تاریخ کا مصرع ہے:

گلزار جناں رفت کنوں بلبل ہند

ایک تاریخ خود انیس کی مشہور رباعی سے نکالی ہے:

ہائے جز خاک نہ تکیہ نہ بچھونا ہوگا

اب آیئے اس فریق کے بیان کا جائزہ لیں جو اس کا دعوے دار ہے کہ میر صاحب، مفتی علامہ کے شاگرد تھے۔ اس کے سرخیل صاحب ردواقعات انیس مولوی سردار مرزا ہیں، لکھتے ہیں:

''مفتی صاحب نے بارہا فرمایا کہ میرانیس میرے شاگرد تھے۔ لوگوں نے پوچھا کہ کوئی کتاب فقہ میں پڑھی تھی؟ فرمایا نہیں، بلکہ سلام و مرثیے وغیرہ پر اصلاح لیتے تھے'' (ردواقعات انیس ص ۲۴)

یہ روایت معرکۂ انیس و دبیر میں وضع ہوئی ہے اور بالکل خلاف قیاس ہے۔ مفتی علامہ اگر یہ لوگوں سے فرماتے تو سب سے پہلے ان کے داماد اور ان کے ساختہ پرداختہ جانشین نجم العلماء مولانا نجم الحسن سنتے، وہ سنتے تو اس کا ذکر تجلیات میں شدومد سے ہوتا۔ تجلیات کا رجحان یہی ہے کہ مفتی صاحب کے ذرے کو خورشید خاور بنا کر پیش کیا جائے اس میں کہیں کہیں حفظ مراتب بھی نظر انداز ہو گیا ہے تجلیات سے خانوادۂ غفرانمآب نے دل آزاری محسوس کی اور اس کی تیز وتند تنقید لکھی جو مرحوم راز اجتہادی سے منسوب ہے، نام ہے برق طور یعنی نقد تجلیات۔

پھر فرمایا تو بارہا مگر نام ایک شخص کا بھی نہیں کہ کس

سے فرمایا اس پر مستزاد یہ کہ میرے شاگرد'' تھے''۔ یعنی زندگی بھر راز رکھا، بعد وفات بھانڈا پھوڑ دیا۔ اس اخلاقی کمزوری کا مفتی علامہ کی نسبت کون اعتبار کرے گا؟ استغفر اللہ۔

دوسرے صاحب ہیں میر افضل حسین ثابت، حیات دبیر کے مصنف، بچارے ناجانبداری و معروضیت کا لبادہ اوڑھنے کی بڑی کوشش کر رہے ہیں۔ سوچ سمجھ کے پڑھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ سخن فہم نہیں دبیر کے کٹر طرفدار ہیں۔ ان کا ایک بیان کہیں نظر سے گذرا ہے۔ ماخذ اس وقت سامنے نہیں کہ مفتی علامہ کے فرزند مولوی سید محمد وزیر صاحب نے آگرہ میں ان سے بیان فرمایا کہ انیس مفتی علامہ سے اصلاح لیتے تھے مگر ان کا ایک دوسرا بیان اصلاح کی حقیقت کھول دیتا ہے وہ یہ ہے، مرزا عزیز لکھتے ہیں:

''ثابت صاحب بیان فرماتے ہیں کہ ہم سے خود وزیر صاحب ۱۸۸۴ء میں بہ مقام آگرہ شاہ گنج ناقل تھے کہ میر انیس نے مفتی صاحب کو مرثیہ سنایا، اس میں مصرع تھا:

جب حملہ ور امام کریم النفس ہوئے

مفتی صاحب نے فرمایا کریم النفس نہیں مسیحا نفس کہئے۔

سوال اٹھتا ہے کہ جب اصلاح بہ صیغہ راز تھی، میر انیس کے متعدد ملازموں میں سے صرف خدا بخش ایک پوٹلی مفتی علامہ کے یہاں لے جاتے تھے اور لے آتے تھے اور مفتی علامہ باقاعدہ اصلاح سے مزین فرماتے تھے تو پھر اس کا موقع کیسے آیا کہ انیس مرثیہ سنائیں اور مفتی علامہ اصلاح نہیں ایک لفظی ترمیم کی صلاح دیں۔ یا ثابت صاحب یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اصلاح کا معاملہ علانیہ تھا، اگر علانیہ تھا تو پھر خدا بخش کی پوٹلی کہاں جائے گی! پھر یہ سوال بھی ہے کہ جب مفتی علامہ کی اقامت کان پور یا مٹیا برج میں تھی تو کون اصلاح دیتا تھا! جناب مفتی علامہ کے روزنامچے کے جو اوراق تجلیات میں نقل ہوئے ہیں اس میں ایسا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ البتہ ایک ذیلی سرخی ہے ایک مصرعے کی اصلاح، شعر یہ تھا:

نام روشن کر کے میں چپ ہو گیا مانند شمع

ناموافق تھی زمانے کی ہوا میرے لیے

مصرعۂ اولیٰ کو یوں بنایا گیا ہے:

ہو گیا خاموش مثل شمع روشن کر کے نام (صفحہ ۱۱، ۳۸)

مرزا عزیز شاعر کا نام نہیں بتاتے مگر یہ شعر میر انیس کا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ میر صاحب نے یہ اصلاح قبول نہیں فرمائی غالباً خود ترمیم کی۔ انیس کے سلام (مرتبہ علی جواد زیدی) میں مصرع یوں لکھا ہے:

نام روشن کر کے بجھ نہ جانا مثل شمع

آپ توجہ فرمائیں کہ جہاں ایک ایک مصرعے کی اصلاح کا ریکارڈ ہو وہاں انیس ایسے خدائے سخن کی شاگردی راز رہ سکتی تھی جب کہ تجلیات کا حلقۂ تالیف بھی اس کا متمنی ہے کہ کسی نہ کسی طرح دبیر کے طرفدار ثابت کی ہی زبانی ثابت ہو جائے کہ میر انیس، مفتی علامہ کے شاگرد تھے۔ اب خانوادۂ انیس کے حضرات بھی نفیس کے مفتی علامہ سے تلمذ کو خلاف شان سمجھتے ہیں، لیکن تجلیات کے باب التلامذہ میں میر خورشید علی کا نام بہ ایں تفصیل شامل ہے:

میر خورشید علی نفیس فرزند حضرت انیس مرحوم جناب مفتی صاحب مرحوم سے پڑھا بھی اور

منظومات فارسیہ پر اصلاح بھی لیتے تھے۔ چنانچہ باب الاصلاح میں اکثر نظمیں ان کی درج ہیں۔ جناب میر ببر علی صاحب انیس بھی اکثر استفادات حاصل کیا کرتے تھے۔''

اگر سنانے کی روایت قبول بھی کر لی جائے تو میر انیس کا مفتی صاحب کو اپنا کلام سنانا اس نوعیت کا ماننا ہوگا جیسا کہ غالب نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ کو اپنا کلام سناتے تھے اور جب تک وہ پسند نہ کر لیتے غالب دیوان میں وہ غزل لکھتے نہ تھے اور اس بات پر ناز کرتے تھے۔

مفتی علامہ تو ایسے بحر العلوم تھے کہ ان کی وسعت نظر و اطلاع پر ان کے اساتذہ اجلہ بھروسہ کرتے تھے اور تلاش و تحقیق کا حکم دیتے تھے۔ روایات کی درایت، عرفان و تصوف کے شرعی حدود، مخفی علوم کے مانند بہت سے موارد میں میر انیس کا مفتی علامہ سے استفادہ عین ممکن ہے لیکن اردو مرثیے اور سلام کو بغرض اصلاح جناب کے ملاحظے میں پیش کرنا قابل قبول نہیں، جیسا کہ پہلے ذکر آ چکا ہے۔ جب اردو کلام پر نفیس نے مفتی علامہ سے اصلاح نہیں لی تو میر صاحب کے لیے یہ تصور کیسے کیا جا سکتا ہے۔ میر نفیس کی شاگردی کی روایت غلط ہوتی تو بزرگان خانوادہ یا کم سے کم میر نفیس کے صاحبزادے دولھا صاحب عروج اس کی تردید ضرور کرتے۔ تجلیات عروج مرحوم کی حیات میں شائع ہو چکی تھی اور خانوادۂ اجتہاد کے اختلاف و احتجاج کے باعث اچھے خاصے چرچے میں تھی۔

راقم کم سواد کی نظر میں تو انیس، دبیر، عشق کوئی بھی مفتی علامہ سے تلمذ حاصل کرتا تو اس کے لیے شرف ہوتا لیکن ان حضرات میں سے کوئی بھی مفتی علامہ کا شاگرد نہ تھا۔ ہم پہلے بھی اشارہ کر چکے ہیں اب قدرے تفصیل سے تکرار مطلب کرتے ہیں کہ کیا میر انیس ایسے عالی ظرف، خوددار مداح اہلبیت سے یہ بات ممکن تھی کہ وہ شاگردی کو مخفی رکھیں خاص کر نہایت نازک و حساس محل پر! اس سوال کا جواب ہم تجدید مراسم کے ذیل میں مرحوم شاد عظیم آبادی کے بیان میں پا سکتے ہیں۔ پروفیسر نیر مسعود ''فکر بلیغ'' صفحہ ۲۴۵ کے حوالے سے شاد کی زبانی مفتی علامہ کے فرزند سید محمد وزیر کا بیان نقل کرتے ہیں:

''ایک دن میرے گھر کے قریب میر صاحب کے پڑھنے کی مجلس تھی۔ مفتی صاحب خبر ملتے ہی سویرے وہاں سے چلے گئے تاکہ میر صاحب پر اثر پڑے۔ میر انیس جو منبر پر گئے تو مفتی صاحب کو دیکھ دل بھر آیا۔ مرثیہ نکالا اور زانو پر رکھا اور لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ کون کہتا ہے علماء شاعری میں لائق نہیں ہوتے۔ کئی علماء کے اشعار پڑھے اس ضمن میں مفتی صاحب کے بھی اشعار پڑھے اور خوب تعریفیں کیں گویا صلح ہو گئی۔ بعد مجلس مصافحہ ہو کر پھر وہی محبت اور ربط قائم ہو گیا۔'' (انیس (سوانح) ص ۲۳۱)

تلمذ کی کوئی بھی حقیقت ہوتی تو اس وفور جذبات کے عالم میں میر صاحب اس کی طرف اشارہ کرنے سے باز نہیں رہ سکتے تھے۔

اس سوال پر ایک خاص نظر سے غور فرمانے کی میں آپ سے درخواست کروں گا۔ انیس و دبیر بلکہ ان کے کافی بعد تک طبقاتی تقسیم میں سب سے محترم و معزز طبقہ ہمارے

معاشرے میں علمائے کرام کا تھا۔انیس و دبیر ذی علم و کمال بزرگ تھے، حضرات علماء ان کا احترام فرماتے تھے ابھی آپ انیس کے بارے میں مفتی علامہ کی ثناء گری ملاحظہ فرما چکے۔ لیکن ان تین معاصروں میں آغا عشق کی عالمانہ حیثیت تھی۔ آپ یہ ذکر پروفیسر مسعود حسن رضوی ادیب کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:

''عشق کی علمی استعداد اچھی تھی۔عربی فارسی ادب ،منطق ،علم کلام میں کافی دست گاہ رکھتے تھے ،عروض کے بڑے ماہر تھے ،مذہبیات کا کافی علم رکھتے تھے اور اخباری شیعہ تھے۔مولوی محمد حسین محقق ہندی کے والد ایک ذی علم بزرگ عشق کے ہم محلہ تھے،ان سے فقہ کی ایک دقیق کتاب پر مذاکرہ ہوا کرتا تھا۔شہر کے ممتاز علماء، شعراء، رؤسا سے عشق کے تعلقات تھے۔سلطان العلماء مولانا سید محمد مجتہد العصر جو صیغۂ فوج داری کے حاکم اعلیٰ تھے، ہر شب جمعہ کو عشق سے ملنے آتے تھے۔'' (نگارشات ادیب ص ۶)

اب ان میر عشق کا حال ملاحظہ فرمائیں، ہوا یہ کہ:

''علامہ غلام حسنین کنتوری مرحوم نے اردو لفظوں کی تذکیر و تانیث کے متعلق ایک جامع کتاب شواہد اردو کے نام سے لکھنا شروع کی۔آب (پانی) اور آفتاب (سورج) کے لیے میر عشق سے ناسخ کے کلام سے سند مانگی ،انھوں نے ناسخ کا ایک مصرع اور ایک شعر لکھ بھیجا، جو حسب ذیل ہیں:

حرم سے جس طرح لاتے ہیں آب زمزم کا

ماہ کامل ہے ترے منہ دھونے کی سیلابچی

آفتاب اے ماہِ تاباں آفتابہ ہو گیا

علامہ نے میر عشق کو لکھا اس شعر سے آفتاب کی تذکیر جب ثابت ہوگی جب آفتاب کا آفتابہ ہونا مراد لیا جائے لیکن شاعر نے جس طرح پہلے مصرعے میں سیلابچی کو ماہ کامل بنایا ہے، اسی طرح دوسرے مصرعے میں آفتابہ کو آفتاب قرار دیا ہے میر عشق نے جواب میں لکھا کہ ہم لوگ علماء کے سامنے منہ کھولنے کی جرأت نہیں کر سکتے میں آپ کی ہدایت سے مستفید ہوا۔یہ صحیح ہے کہ اس شعر کو آفتابہ کی تذکیر کی سند قرار دینا بہتر ہے۔''

(بحوالہ سوانح عمری علامہ کنتوری حصہ اول ص ۶۔۱۷۵)

اب اس بحث کو دیکھیں کہ میر انیس مفتی علامہ میر عباس کے شاگرد تھے یا نہیں۔اگر نہیں تھے تو مفتی علامہ کے اعزاز میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔اگر تھے تو بھی مفتی علامہ کے اعزاز میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا ہاں میر انیس کا شرف یقیناً بڑھ جاتا ہے۔مگر اس ناکارہ قلم کش کی رائے میں میر صاحب تلمذ کا وہ شرف حاصل نہ کر سکے جو حالی کو مرزا غالب کے تلمذ سے تھا۔یقیناً حالی جتنا شیفتہ سے مستفیض تھے اس سے زیادہ انیس مفتی علامہ سے مستفیض رہے ہوں گے۔ہاں! حالی میر کے مقلد تھے، انیس کا ترانہ یہ تھا:

جد و آبا کے سوا اور کی تقلید نہ ہو

اسی پر ان کا عمل رہا اور یہی تاکید انھوں نے اپنے اخلاف سے کی۔

☆☆☆